اسلام امن، محبت واخوت اور ادائیگی حقوق کا مذہب ہے

(خطبہ جمعہ فرمودہ یکم جون ۱۹۷۹ء بمقام مسجد اقصیٰ ربوہ)

تشہّد و تعوّذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور نے فرمایا:-

اسلام سلامتی اور امن کا مذہب ہے۔ اسلام محبت، اخوت، شفقت، ہمدردی، خیر خواہی اور ادائیگی حقوق کا مذہب ہے۔ اسلام نے ہر اس فساد کی جڑ اکھیڑ کے پھینک دی جو انسان انسان میں بغض اور عداوت پیدا کرنے والی تھی اور جو فساد حقوق کی ادائیگی کے رستے میں روک بنتا تھا۔ اسلام کے سارے احکام میں ہی اس پیار کی اس حسن کی جھلک ہمیں نظر آتی ہے اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم جنھوں نے سب سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ کی وحی پر عمل کیا اور ایک بہترین نمونہ بنی نوع انسان کے لئے بنے آپ کی زندگی کا ہر پہلو پیار کو قائم کرنے والا اور فساد کو دور کرنے والا ہمیں نظر آتا ہے۔

انسان اجتماعی معاشرتی زندگی گزارتا ہے اور سینکڑوں ہزاروں باہمی تعلقات ہیں جن کے متعلق اسلامی تعلیم کے نتیجہ میں ہمیں یہ نظر آتا ہے کہ وہاں سے پیار کے اور محبت کے اور اخوت کے اور ہمدردی کے اور ادائیگی حقوق کے چشمے پھوٹے اور ان باہمی تعلقات کو جہاں ہم دیکھتے ہیں وہاں ہمیں شیطان بھی نظر آتا ہے جو فتنہ اور فساد پیدا کرتا اور جہاں سے اسلام نے امن پیدا کیا وہیں سے وہ فساد کے شعلے پیدا کرنے کی کوشش کرتا ہے جس پر اسلامی تعلیم ٹھنڈا پانی چھڑکتی اور ان شعلوں کو بجھا دیتی ہے۔ باہمی تعلقات جو ہیں جہاں سے پیار کے سوتے بھی

بہہ نکلتے ہیں اور جہاں سے فساد کے شعلے بھی بھڑکتے نظر آتے جیسا کہ میں نے ابھی بتایا وہ سینکڑوں ہزاروں ہیں مثلاً معاشرتی زندگی۔ باہمی رشتے انسان انسان کے تعلقات جو ہیں ان پر جب ہم نگاہ ڈالتے ہیں تو میاں بیوی کے تعلقات ہیں۔ پھر اس کے نتیجہ میں اولاد پیدا ہوتی ہے۔ ماں باپ اور بچوں کے باہمی تعلقات ہیں۔ بھائی بھائی اور بہن بہن کے باہمی تعلقات ہیں۔ پھر رشتے داروں کے ساتھ رشتے داری کے تعلقات ہیں پھر ہمسائے کے ساتھ ہمسائیگی کے تعلقات ہیں۔ پھر شہر میں بسنے والوں کے ساتھ شہری کی حیثیت سے تعلقات قائم ہوتے ہیں۔ پھر دنیا میں بسنے والے انسان کا انسان سے تعلق ہے۔ پھر کائنات سے تعلق خدا نے پیدا کر دیا انسان کا سَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا مِّنْهُ (الجاثیہ:۱۴) کہہ کر۔ یہ ایک لمبا مضمون ہے جس کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے مختلف پہلو میں بیان کروں گا مختلف خطبات میں۔ باہمی تعلقات میں ایک تعلق ہے ان لوگوں کے ساتھ جو دشمنی کرنے والے ہیں۔ دشمن سے بھی ایک تعلق پیدا ہوتا ہے۔ دشمن کو اپنی دشمنی کے اظہار کے لئے بھی قریب آنا پڑتا ہے۔ پہلے تو بہت ہی قریب آنا پڑتا تھا۔تلواروں کا وار جو کرنا چاہتا تھا اس کو تین چار فٹ کے فاصلے تک پہنچنا پڑتا تھا اپنے دشمن کے تبھی وار کرسکتا تھا۔اب اس قرب کی رینج (Range) بڑھ گئی ہے۔توپ کی رینج (Range) اور ایٹم بم لے جانے والے جہازوں کی رینج (Range) کی وجہ سے۔ لیکن بہر حال قرب ہے۔ وہ فاصلہ بھی قرب ہی بتا رہا ہے۔ دشمن سے جو تعلق ہے ایک مسلمان کا جو اسلام کی تعلیم پر چلنے والا ہے جو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوہ پر عمل کرنے والا ہے۔اس کی میں آج ایک مثال بیان کروں گا۔ بطور تمہید کے میں پہلے یہ بتادوں کہ بعض باتیں ایسی ہیں جو حقائق بیان کرتی ہیں۔اس میں گالی یا سب وشتم کا پہلو نہیں ہوتا۔مثلاً خدا تعالیٰ اگر کسی کو کہتا ہے کہ ایسے اعمال کرو گے تو جہنم میں جاؤ گے تو اللہ تعالیٰ گالی تو نہیں دے رہا۔ خدا تعالیٰ اسے جہنم کے رستوں سے باز رکھنے کی کوشش کر رہا ہے اپنے انبیاء کے ذریعے، ان پر جو تعلیم نازل ہوتی ہے اس کے واسطہ سے۔ بتوں کو جہنم کا ایندھن بھی قرار دیا گیا اور ان کا ٹھکانہ بھی بتایا گیا اور شرک کو سب سے زیادہ ظلم اور سب سے بڑا گناہ بھی قرار دیا گیا۔اپنی جگہ یہ بھی حقیقت ہے لیکن بت کو بھی گالی دینے کی

اجازت نہیں دی گئی جو نہ سنتا ہے نہ سمجھتا ہے تا کہ مسلمان یہ سبق سیکھے کہ میں امن کو پیدا کرنے کے لئے کھڑا کیا گیا ہوں، سلامتی کو قائم کرنے کے لئے کھڑا کیا گیا ہوں، ادائیگی حقوق مجھ پر فرض ہوتے ہیں، حقوق تلف کرنا میرا کام نہیں۔ تو حقیقت کا بیان گالی نہیں ہے۔ حقیقت کا بیان گالی نہیں کہلا سکتا اس وجہ سے جب خدا تعالیٰ نے قرآن کریم میں کہا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی یہ حقیقت دنیا پر ظاہر کی۔ مکی زندگی کے شروع زمانے میں آ گئے آپ کے مخالف کہ ہمارے بتوں کو خداؤں کو یہ برا بھلا کہتا ہے۔ آپ برا بھلا نہیں کہتے تھے جو خدا کہتا تھا وہ ان کو سنا دیتے تھے۔ اس لئے نہیں کہ غصہ نکال رہے تھے، اس لئے کہ ہمدردی کر رہے تھے۔ جو بچہ آگ مانگتا ہے ماں سے، ماں اسے کہتی ہے کہ دیکھو اسے نہ پکڑو نہ میں تمہیں دوں گی کیونکہ تم جل جاؤ گے۔ تو یہ سختی تو نہیں ہے، یہ دشمنی تو نہیں ہے۔ یہ تو شفقت اور خیر خواہی کا نتیجہ ہے۔ حقیقت کا بیان اپنی جگہ ہے۔ اس میں خلط نہیں کرنا چاہیئے۔ لیکن جہاں تک جذبات کا خیال رکھنے کا سوال ہے تو اس وقت حکم یہ ہے کہ بُت کو بھی گالی نہیں دینی۔ اس کی مثال میں میں نے آج کے لئے چنا ہے واقعہ جنگ احد کا۔

یہ دوسری جنگ ہے ہجرت کے بعد۔ ہجرت کے تیسرے سال میں یہ ہوئی اور بدر میں جو شکست رؤسائے مکّہ کو اٹھانی پڑی اس کے نتیجہ میں وہ آگ میں جل رہے تھے۔ انہوں نے قسمیں کھائیں کہ بدلہ لیں گے وغیرہ وغیرہ لمبی داستان ہے۔ بہرحال انہوں نے بڑی تیاریاں کیں بڑے ہتھیار اکٹھے کئے اور بڑے غصے میں بھرے ہوئے آئے اپنے مقتولوں کا بدلہ انہوں نے لینا تھا۔ تین ہزار تھے حملہ آور جو اسلام کو مٹانے کے لئے مکہ سے چلے تھے۔ ہجرت کے تیسرے سال اور مارچ کا مہینہ تھا سات سو ان میں زرّہ پوش تھے یعنی پوری طرح ہتھیار بند اور دوسَو ان کے پاس تھے گھوڑے اور تین ہزار ان کے پاس تھے اونٹ اور رسد کا بڑا سامان اور بھاری مقدار میں جنگی سامان ان کے پاس تھا۔ تلواریں اچھی۔ کمانیں اچھی۔ نیزے اچھے وغیرہ وغیرہ اور مدینے سے تین میل کے فاصلے پر اُحد کی چھوٹی چھوٹی پہاڑیاں ہیں وہاں یہ خیمہ زن ہوئے۔ جمعرات کا دن تھا جب مدینے میں یہ بات عام ہوگئی کہ دشمن مدینے سے تین میل کے فاصلے پر خیمہ زن ہے اور جمعرات اور جمعہ کی درمیانی رات بڑے چوکس رہے اہلِ مدینہ اور جمعہ

والے دن حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مشورہ کیا اپنے صحابہ کو بلا کے جن میں بڑے بھی تھے، تجربہ کار بھی تھے، مخلص متقی بھی تھے اور دوسرے بھی تھے، بچے بھی تھے، نوجوان بھی تھے بڑے جوشیلے نوجوان۔ آپ نے ان سے مشورہ کیا کہ اب دو رستے ہیں ہمارے سامنے یا ہم باہر نکلیں اور جہاں وہ خیمہ زن ہیں وہاں جا کے کھلے میدان میں جنگ ہو ان کے ساتھ یا ہم مدینہ میں رہیں اور آپ کو اللہ تعالیٰ نے رؤیا میں ایسے اشارے بھی کئے تھے کہ مدینے میں رہنا چاہیئے لیکن بہرحال مشورہ کیا آپ نے۔ بڑی بھاری اکثریت نے اصرار کیا کہ باہر نکل کے جنگ کریں گے۔ آپ نے بات مان لی۔ جمعہ کی شام کو ایک ہزار صحابہ کا یہ لشکر باہر نکلا اور قریباً ڈیڑھ میل پر ''شیخین'' ایک مقام ہے وہاں آپ خیمہ زن ہوگئے، وہاں جائزہ آپ کے حکم سے لیا گیا سارے لشکر کا اور اگلے دن صبح وہاں سے کوچ کر کے جانا تھا۔ اس عرصے میں عبداللہ بن ابی بن سلول جو رئیس المنافقین مدینے کا تھا وہ اپنے تین سو ساتھی لے کر واپس چلا گیا۔ باقی رہ گئے سات سو مسلمان تین ہزار کے مقابلے میں، جن کے پاس سامان بھی کوئی زیادہ نہیں تھا دو گھوڑے تھے دو سو کے مقابلے میں یعنی ایک فی صد گھوڑوں کے لحاظ سے اور زرہ پوش بھی بہت تھوڑے گنتی میں۔ بہرحال عددی لحاظ سے اور ساز و سامان کے لحاظ سے ان دو لشکروں کا کوئی مقابلہ نہیں تھا لیکن اس لحاظ سے بھی آپس میں کوئی نسبت نہیں تھی کہ ایک خدائے واحد و یگانہ کی پرستش کرنے والے اور دوسرے بتوں کی پرستش کرنے والے تھے۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہفتہ کی صبح کوچ کیا اور خدا تعالیٰ کے حکم یا انتہائی خداداد فراست سے آپ نے چکر کاٹ کے ان کے خیموں سے بھی آگے نکل کے احد کے دامن میں اس کی طرف پیٹھ کر کے اپنی صفیں بنالیں۔ جس کا مطلب یہ تھا کہ دشمن کی فوج اور مدینے کے درمیان کوئی مسلمان لشکر نہیں تھا۔ اگر وہ دشمن پلٹتے اور گھوڑوں کو ایڑی لگا کے بھاگتے مدینے کی طرف تو وہ قبضہ کر لیتے شہر پر۔ مگر ایسا نہیں ہوا۔ میں نے سوچا اور کئی دفعہ سوچا، بڑا توکل تھا خدا پر اور بڑی فراست تھی اور ایک نشان حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت کا بھی کہ آپ نے پیٹھ کی طرف رکھا احد کی پہاڑیوں کو اور اپنی سامنے کی طرف رکھا مدینہ کو اور وہاں جا کے آپ صف آراء ہوئے اور جنگ شروع ہوگئی۔ اس جنگ کی تفصیل میں میں نہیں جاتا اس کا جو خاتمہ ہے اس میں مجھے

زیادہ دلچسپی ہے آج کے مضمون کے لئے۔

سخت بڑی سخت جنگ تھی۔ انہوں نے بدر کے مقتول عزیزوں، رشتے داروں کے بدلے لینے تھے بڑے غصہ میں تھے وہ اور مقابلہ تھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ سے اور اسلام کی خاطر اور خدا کی وحدانیت کے لئے اس کے پیار میں لڑنے والے تو اس بہادری سے لڑتے ہیں کہ الفاظ ان کی بہادری کو بیان نہیں کر سکتے۔ بہر حال بڑی گھمسان کی جنگ ہوئی سات سو کی تین سو کے ساتھ اور لمبا عرصہ دن کا پہلے شروع میں پتا نہیں لگ رہا تھا کہ اس میں کونسا پلہ بھاری رہتا ہے کون جیتتا ہے یعنی ظاہری حالات کے لحاظ سے لیکن پھر اللہ تعالیٰ نے فضل کیا اور دشمن کے پاؤں اکھڑ گئے اور منتشر ہو گئے اور وہاں سے بھاگ گئے۔ پچھلی طرف میں نے بتایا احد کی پہاڑیاں تھیں وہاں ایک تھا درہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عبداللہ بن جبیر کی سرداری میں پچاس تیرانداز وہاں صبح بھجوا دیئے تھے اور آپ نے کہا تھا اس درے کو نہیں چھوڑنا خواہ ہمیں فتح ہو خواہ ہمیں شکست تم نے اس جگہ کو نہیں چھوڑنا۔ لیکن اس واضح حکم کے باوجود انہوں نے چھوڑ دیا سوائے چھ کے ان میں سے یعنی ان کے سردار اور پانچ ان کے ساتھی اور درہ خالی ہو گیا اور خالد بن ولید اور عکرمہ دنیوی لحاظ سے بڑی تیز جنگی آنکھ تھی ان کی۔ انہوں نے دیکھا کہ وہ درہ خالی ہے پیچھے سے حملہ ہو سکتا ہے۔ انہوں نے چکر کاٹا اپنے گھوڑوں کے ساتھ اور پیچھے سے آ کے حملہ آور ہو گئے مسلمانوں پر جو اس وقت صف آرا بھی نہیں تھے کیونکہ جنگ تو ختم ہو چکی تھی۔ ادھر ادھر بٹ کے کوئی بیٹھا ہو گا کوئی سستا رہا ہو گا کوئی باتیں کر رہا ہو گا۔ بہر حال وہ جنگ لڑنے کی جو ترتیب ہوتی ہے صف آرائی ہوتی ہے وہ نہیں تھی اور پیچھے سے عکرمہ بھی آ ملے۔ انہوں نے تو وہاں قیامت ڈھا دی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حکم عدولی کے نتیجے میں یہ واقعہ ہو گیا۔ ستر مسلمان شہید ہو گئے اور اس سے بھی بڑا واقعہ یہ ہو گیا کہ بار بار حملہ کر رہے تھے۔ میں نے بتایا ہے نا بکھر گئے تھے مسلمان۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بعض دفعہ صرف دو رہ جاتے تھے ساتھی دشمن کے مقابلے میں اور آپ پر ہی حملہ زوروں سے ہو رہا تھا۔ تو ایک دشمن اتنا قریب آیا کہ اس نے وار کیا آپ پر۔ ایک صحابی نے اس وار کو روکا اور اس کا ہاتھ کٹ گیا۔ وار کمزور ہو گیا۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی

زرہ پہنی ہوئی تھیں لیکن اتنا زور کا تھا وہ وار کہ پھر بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم چکرائے اور گر گئے اور وہ سمجھا کہ شاید میں نے آپ کو شہید کر دیا ہے۔ اس نے نعرہ مارا اور واپس چلا گیا اور آپ کے گرد تو صحابہ تھے ہی بہت کم، ادھر ادھر بکھرے ہوئے تھے۔ یہ آواز جب ان کے پاس پہنچی تو اور بھی وہ دل برداشتہ ہوئے اور یہ جو بُتوں کے پجاری اور پجارنیں تھیں، عورتیں بھی تھیں ان کے ساتھ ابوسفیان کی بیوی ہندہ اور عکرمہ کی بیوی اور خالد کی بیوی اور عمرو بن عاص کی بیوی اور بڑے بڑے سرداروں کی بیویاں۔ بت پرستی کا زمانہ ان کے لئے، سخت ظالم، کوئی شرافت اور انسانیت نہیں ان میں۔ ان کی ایک بڑی ظالمانہ رسم تھی مثلہ کرنا یعنی عورتیں شہداء کے کان اور ناک کاٹ کے ان کا ہار بنا کے گلے میں پہنتی تھیں۔ تو مسلمان شہداء کے کان ناک کاٹے اور ان کے ہار بنا کے پہنے اور ہندہ جو سردارِ لشکرِ روؤسائے مکہ جو تھے اس وقت ابوسفیان ان کی بیوی، انہوں نے حضرت حمزہ بھی شہید ہوئے تھے جو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بڑے پیارے چچا بھی تھے اور بڑے پیارے رضاعی بھائی بھی تھے اور دوست بھی تھے ان کا پیٹ چیر کے اور ان کا جگر نکال کے اور اس کچے کو چبا گئی غصے میں اپنے۔

اس حالت میں کہ ستر صحابہ شہید پڑے ہیں، ان میں سے بہتوں ساروں کے تو نہیں بہتوں کے ناک اور کان کاٹ لئے گئے ہیں۔ عورتوں نے ان کے ہار بنا کے پہنے اور خوشیاں منا رہی ہیں وہ اس وقت حضرت حمزہ کا پیٹ چاک کر کے اور ان کا جگر نکال کے اور ہندہ جو ہے وہ کچا چبا گئی۔

اس حالت میں پھر وہ جب ان کو پتا لگا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم زندہ ہیں تو خوشیاں تو ان کی ویسے ختم ہوگئیں لیکن ابھی یقین نہیں آ رہا تھا تو یہ دیکھ کے ابوسفیان نے نعرہ یہ لگایا اعل ھبل ایک بہت بڑا بت خانہ کعبہ کے اندر تھا اِن بت پرستوں کا کہ اس کی بزرگی قائم ہو یعنی بڑا جس طرح ہم جوش میں آ کے اللّٰہ اکبر کہتے ہیں نا تو ان کا یہ نعرہ تھا اُعْلُ هُبَل۔ اس سے پہلے اس نے آوازیں دی تھیں کہ کیا تم میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم زندہ ہیں تو آپ نے فرمایا تھا کچھ نہ بولو۔ ان کو رہنے دو اسی شش و پنج میں لیکن جس وقت اُعْلُ هُبَل کا اس نے نعرہ لگایا تو آپ نے فرمایا جواب کیوں نہیں دیتے۔ تو انہوں نے کہا ہم کیا جواب دیں۔ آپ

نے فرمایا تم یہ جواب دو اَللّٰہُ اَعْلٰی وَاَجَل ۔ یہ نہیں کہا کہ یہ جواب دو کہ تمہارے بت جو ہیں وہ جہنم کا ایندھن ہیں تمہارے بت ایسے اور ویسے ہیں یہ بالکل نہیں کہا یعنی اس حالت میں بھی امن کے مذہب نے امن کو قائم رکھا ہے اور اُعْلُ ھُبَل کا جواب جو ہے وہ اَللّٰہُ اَعْلٰی وَاَجَل دینا اور اس کے علاوہ ایک لفظ بھی ان کے متعلق کچھ نہ کہنا یہ ایک عظیم معجزہ ہے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا۔ پھر اس نے جو نعرہ لگایا وہ عزّٰی کا نعرہ لگایا اس نے لَنَا الْعُزّٰی وَ لَا عُزّٰی لَکُمْ ایک اور بول کہ ہمارا ہمارے ساتھ ہماری مدد کرنے والا تو عزّٰی ایک اور بت ہے اور تم تو بت پرستی ہی نہیں کرتے تمہیں تو اس کی مدد نہیں ملتی۔ تو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عزّٰی کے خلاف بھی ایک لفظ کہنے کو نہیں کہا بلکہ کہا یہ جواب دو اَللّٰہُ مَوْلٰنَا وَلَا مَوْلَا لَکُمْ (بخاری کتاب المغازی) خدا ہمارا آقا اور ہمارا مددگار ہے اور تم نے بت پرستی کے نتیجہ میں خدا کی مدد سے محرومی کی راہوں کو اختیار کر لیا ہے۔ تمہارا اللہ تمہارا مولا نہیں رہا تمہارے اعمال کے نتیجہ میں۔ تو ان حالات میں یہ ظلم اپنی آنکھوں کے سامنے دیکھتے ہوئے کہ جنگ میں شہید ہو جاتے ہیں وہ تو ٹھیک ہے لیکن شہداء کے ناک اور کان کاٹے گئے ان کے ہار بنائے گئے اور بڑے فخر کے ساتھ ان ہاروں کو گلے میں پہنا دشمن کی عورتوں نے اور خوشیاں منائیں اور آپ کے چچا اور رضاعی بھائی اور ایک نہایت مخلص فدائی اسلام کا جس نے اسی میدان میں جان دی تھی اس کا جگر نکال کے کچے کو چبا گئی سردار کی بیوی۔ یہ سارا کچھ دیکھا لیکن لَا تَسُبُّوا الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ (الانعام:۱۰۹) پر عمل کرتے ہوئے آپ نے تو ایک نمونہ دکھانا تھا دنیا کو کہ جو ہم کہتے ہیں وہ کر کے بھی دکھاتے ہیں محض لفاظی نہیں ہے۔ تو اُعْلُ ھُبَل کے مقابلے میں اَللّٰہُ اَعْلٰی وَاَجَل کا نعرہ لگانا اور ھُبَل کو نظر انداز کر دینا گویا کہ اس کا وجود ہی کوئی نہیں وہ ایگزسٹ (Exist) ہی نہیں کرتا۔ بڑی شان ہے۔ میں نے تو بڑا سوچا مجھے بڑا ہی لطف آیا۔ میں آپ کو بھی اس لطف میں شامل کرنا چاہتا ہوں اور بڑا سبق ہے اس میں۔

سبق یہی ہے کہ اسلام امن کا مذہب ہے۔ یہ فساد کی جڑیں کاٹتا ہے۔ دنیا میں کوئی فساد اسلام پر عمل کر کے پیدا ہو ہی نہیں سکتا۔ میں کہا کرتا ہوں کہ اسلام کی ساری تعلیم یہ کہتی ہے انسان کو کہ اے انسان میں تجھے آپس میں لڑنے نہیں دوں گا۔ پیار سے زندگی گزارو۔ پر باہمی

لڑائی وہیں ہوتی ہے نا جہاں باہمی تعلقات ہوں۔ میاں بیوی کی لڑائی ہوجاتی ہے، بیٹوں کی باپ سے ہوجاتی ہے، باپ بیٹوں پہ غصہ کرتے ہیں، رشتہ داریاں ہیں ان کی آپس میں جنگ و فساد شروع ہوجاتا ہے، ہمسایوں کے ساتھ جنگ شروع ہوجاتی ہے۔ اسلام نے تو، اس وقت میں تفصیل میں نہیں جاتا بعض اگلے خطبوں میں انشاء اللہ بیان کروں گا ایک ایک مضمون لے کر ویسے مثالیں اشارے اب کر دیتا ہوں۔ انگلستان میں لاکھوں کی تعداد میں میونسپلٹیز کے پاس یہ شکایت جاتی ہے کہ میرے ہمسائے کے بچے اپنے صحن میں کھیل رہے ہوتے ہیں اور ان کی آوازوں سے مجھے تکلیف ہوتی ہے ان کو منع کریں کہ شور نہ مچائیں اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا کہ خدا تعالیٰ نے ہمسائے کے حقوق پر اور ان کے خیال رکھنے پر اتنا زور دیا اتنا زور دیا اتنا زور دیا کہ مجھے خیال پیدا ہوگیا تھا کہ کہیں اللہ تعالیٰ کی وحی میں ہمسائے کو وراثت میں نہ شامل کر دیا جائے تو یہ فرق ہے دو ذہنیتوں کا کہ ایک ذہنیت کو ہمسائے کے بچے کی آواز بھی تکلیف دیتی ہے۔ دوسرے کا ذہن اس بات کے لئے بھی تیار ہوجاتا ہے کہ اگر ورثے میں شامل کیا گیا تو ہم اس ہمسائے کو ورثہ بھی دے دیں گے۔

تو دشمن کے ساتھ بھی ایک تعلق ہے۔ دشمن دشمن سے تعلق اپنا پیدا کرتا ہے۔ اسلام کہتا ہے کہ تو مجھے اپنا، تو خود کو میرا دشمن سمجھتا ہوگا۔ پر میں تو تجھے اپنا، میں تو خود کو تیرا دشمن نہیں سمجھتا۔ میں تو تیرا خیر خواہ ہوں۔ میں تو تیرے حقوق کی ادائیگی کا ذمہ وار ہوں۔ چند دن ہوئے ایک اخبار میں ہمارے خبر چھپی تھی ایران کے جو ہیں مذہبی لیڈر خمینی صاحب مجھے بڑا پسند آیا وہ بیان ان کا۔ انہوں نے یہ کہا ہے کہ اسلامی تعلیم میں جو ایران میں بسنے والے ہیں سارے کے سارے خواہ وہ یہودی کیوں نہ ہوں لیکن صیہونیت سے ان کا تعلق نہ ہو جو برسرِ پیکار ہیں مسلمانوں سے، مسلمانوں سے لڑنے والے نہ ہوں ان کو ویسے ہی حقوق ملیں گے جیسے ایران کے مسلمانوں کو ملیں گے کیونکہ وہ ملت ایرانیہ کے ایک جیسے افراد ہیں اور یہی ہے اسلامی تعلیم۔ اسلام انسان کو کہتا ہے مخاطب اسلام نے انسان کو کیا ہے مسلمان کو نہیں کیا۔ ایسے سارے احکام میں مخاطب جو ہیں وہ بنی نوع انسان ہیں اور مسلمان کو یہ کہا ہے کہ یہ حقوق ادا کرنے ہیں ہمسائے کے مثلاً یہ نہیں کہا کہ اگر ہمسایہ مسلمان ہو تو یہ حقوق ادا کرنے ہیں غیر مسلم ہو تو پھر کوئی

حق نہیں اس کا یہ نہیں کہا۔ تو ہر تعلق جو ہے انسان انسان کے درمیان اس میں امن کی فضا، اخوت کی فضا جو میں نے اسی واسطے فقرہ شروع میں ادائیگی حقوق کر دیا تھا کیونکہ وہ ہر چیز کو اپنے اندر سمیٹ لیتا ہے وہ فضا پیدا کی ہے اسلام کسی کا دشمن نہیں۔ اسلام کے دشمن پیدا ہوتے رہے اور اب بھی ہیں اور اسلام کا دشمن یہ بھی کہتا ہے کہ اسلام ہر غیر کا دشمن ہے۔ یہ سب سے بڑا ظلم ہے اسلام پر کہ اسلام جو دنیا سے فساد کی جڑ کاٹنے والا اور اپنے دشمن کے حقوق کی ادائیگی کی ذمہ داری اٹھانے والا یعنی اس شخص کی جو اسلام سے دشمنی رکھتا ہے اور مسلمان سے دشمنی کرتا ہے اس کے جو حقوق خدا تعالیٰ نے بنا دیئے فرض کر دیئے وہ حقوق جو ہیں اس کی ادائیگی کی ذمہ داری اٹھاتا ہے اسلام اور مسلمان اور جس مذہب نے ہر شے کے حقوق قائم کئے اور ان حقوق کی ادائیگی کی ذمہ داری اٹھائی اور کسی جگہ بھی حقارت کا مظاہرہ نہیں کیا۔ غیر انسان سے غیر ذی روح سے بھی مثلاً یہ بھی حقارت کا ہی ایک نظارہ ہے نا کہ آپ رکابی بھر لیں اور آدمی کھا کے یوں پھینک دیں تو آپ تحقیر کی نظر سے خدا تعالیٰ کے رزق کو دیکھ رہے ہیں۔ حالانکہ رزق میں تو نہ جان نہ شعور نہ احساس نہ کچھ نہ کچھ لیکن خدا تعالیٰ نے کہا تحقیر کی نظر سے میرے رزق کو بھی نہیں دیکھنا۔ خدا نے کہا تحقیر کی نظر سے میرے گدھے کو بھی نہیں دیکھنا اس کو بھی میں نے بنایا ہے تمہاری خدمت کے لئے اس سے خدمت لو۔ لیکن یہ کہہ کے کہ یہ گدھا ہے اس واسطے جو جتنا بوجھ وہ اٹھا سکتا ہے اس سے زیادہ ڈالو گے تو خدا کے نزدیک ظالم ٹھہرو گے اور گناہگار ٹھہرو گے اور قابل مؤاخذہ ٹھہرو گے۔

تو اسلام بڑا ہی پیارا مذہب ہے۔ اللہ مجھے توفیق دے میں مختلف پہلوؤں پہ اسی طرح روشنی ڈالوں اور آپ کو بھی توفیق دے اس کے سمجھنے کی۔ دشمنی اپنے دل میں کسی کی نہ رکھیں، نہ انسان کی نہ غیر انسان کی، نہ بت پرست کی نہ مذہب کے ماننے والے کسی کی نہیں۔ اسی وجہ سے اسلام جو ہے میں کہا کرتا ہوں میں یورپ کو سمجھاتا رہا ہوں جا کے کہ جو وِشس سرکل (Vicious Circle) انگریزی کا محاورہ ہے کہ ایک چکر بن جاتا ہے ظلم اس کے بدلے مقابلے میں پھر ظلم بدلے میں پھر اس کے مقابلے میں ظلم پھر نہ ختم ہونے والا یہ تسلسل ایک قائم ہو گیا۔ لیکن اسلام ایک مذہب ہے جو کہتا ہے جب میرے پاس یہ تسلسل والا چکر پہنچے گا میں

کاٹ دوں گا اس کو۔ میں ظلم سہہ لوں گا میں ظلم کا جواب ظلم سے نہیں دوں گا۔ اس وقت اگر ہماری جماعت ذہنی اور عملی طور پر دنیا کے سامنے یہ نمونہ پیش کرے تو انشاء اللہ، اللہ کے فضل سے وہ دن بڑے جلد آجائیں گے جن کی ہم امید رکھ رہے ہیں کہ اسلام ساری دنیا میں غالب آجائے گا اور اسلام کے حُسن سے اور اسلام کے پیار سے سارے بنی نوع انسان فائدہ اٹھانے لگ جائیں خدا کرے کہ ایسا ہی ہو۔

(از رجسٹر خطبات ناصر غیر مطبوعہ)